بسم اللہ الرحمن الرحیم
اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ
ہم تیری ہی عبادت کریں اور تجھی سے مدد چاہیں آمین
اِعانت و اِستعانت
کی
شرعی حیثیّت
مصنّف
پیر سیّد نصیر الدّین نصیر
سجّادہ نشین
درگاہِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف
مہریہ نصیریہ پبلشرز
درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف E-11 اسلام آباد پاکستان
فون: 051-2292814

نامِ کتاب:	اِعانت واِستعانت کی شرعی حیثیت
نامِ مصنّف:	پیر سیّد نصیر الدین نصیر
بار:	اوّل
تعداد:	1100
کمپوزنگ وتزئین:	مُرسلین احمد گولڑوی
پروف ریڈنگ:	مولٰنا محمد اشفاق سعیدی
	ربنواز، چکوال
نگرانیِ طباعت:	عبدالقیوم گولڑوی
ناشر:	مہریہ نصیریہ پبلشرز، گولڑہ شریف
مطبع:	عمران پرنٹرز، اسلام آباد
ہدیہ:	80روپے
سنِ طباعت:	صفر المظفّر 1423ھ، مطابق مئی 2002ء

ملنے کا پتہ

اندرونِ ملک: مکتبۂ مہریہ نصیریہ، درگاہِ غوثیہ مہریہ، گولڑہ شریف

E-11اسلام آباد، پاکستان۔ فون:051-2292814

مکتبۂ ضیاء القرآن، گنج بخش روڈ، لاہور

بیرونِ ملک: قاری فضل رسول، جامعہ حنفیّہ مہریہ اینڈ مُسلم سنٹر.INC 32-13، گلی57th

ووڈسائیڈ نیویارک۔ آفس418ایونیو، پی بروک لائن، نیویارک 11223

فون:718-274-7813 فیکس:718-3396 385امریکہ

پُورا زور صَرف کرتے ہوئے سادہ لوح زائرین کو سابقہ عقائد پر استوار رہنے کی آئے دن تلقین کرتے سُنائی دیتے ہیں، جس کے صلے میں بعض اوقات تو اُنہیں کچھ دے دیا جاتا ہے اور اکثر قل لا اسئلکم علیه اجرًا کے معنٰی کی طرف توجّہ دلا کر اپنی سجادگی کے مصلحت آمیز طویل سکوت کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ مگر ایسے صلہ کا کیا فائدہ جس کی بنا پر انسان کا عالمِ آخرت تباہ ہو کر رہ جائے اور ساری زندگی ایسی بے نتیجہ غلامی میں صرف ہو جائے۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن و سُنّت کی روشنی میں اِن تصوّرات کا کیا جواب ہے اور یہ کہ غیرُ اللّٰه کی تعریف کیا ہے؟

غیرُ اللّٰه کی تعریف

قرآن میں غیرُ اللّٰه کئی مقامات پر استعمال ہُوا ہے، مثلاً قل اغیرُ اللّٰه ابغی ربّاً وھُو ربّ کل شیٔ۔ ترجمہ: آپ فرمادیں کہ کیا مَیں اللہ کے علاوہ کسی اور رب کو چاہوں، حالانکہ اللہ ہی ہر شے کا ربّ ہے۔ یہاں غیر بمعنٰی "علاوہ" ہے۔ اِسی طرح قرآن میں جہاں بھی مِن دونَ اللّٰه کے الفاظ آئے ہیں، وہاں بھی دونَ کے معنٰی علاوہ کے ہیں۔ گویا غیر اور دونَ کے ایک ہی معنٰی ہوئے۔ رہی یہ بات کہ قرآنِ مجید نے صرف اصنام پرستی سے روکا ہے اور زیادہ تر آیات اصنام ہی کے بارے وارد ہوئی ہیں، لہٰذا اِن کو انسانوں پر منطبق کرنا مفہومِ قرآنی کی تحریف ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ غیرُ اللّٰه اور مِن دونِ اللّٰه کے معنٰی اللہ کے علاوہ کے ہیں۔ جو لوگ اِس قسم کی باتیں کرتے ہیں دراصل وہ محض سطحی انداز میں تبصرہ کردینے کے عادی ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دَورِ مقدس میں مُشرکینِ مکّہ انسانوں کی پُوجا نہیں کرتے تھے، بلکہ بتوں کے پرستار تھے۔ اگر یہ لوگ کسی زندہ یا مُردہ انسان کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے جو اصنام سے کرتے تھے تو یقیناً اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اِس کی بھی تردید فرمادیتا، جیسا کہ حضرتِ عُزیر و عیسٰی سلام اللہ علیہما کے سلسلہ میں وضاحت فرماتے ہوئے فرمایا۔ وقالت الیھود عزیرُ ابن اللّٰه و قالت النّصٰرَی المسیح ابن اللّٰه۔ ترجمہ: اور یہودی بولے عُزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیحؑ اللہ کا بیٹا ہے۔ پھر اُن کے اِس عقیدہ کے بارے میں

یہ الفاظ فرمائے ذلك قولهم بافواههم يضاهئون قول الذين كفروا من قبل۔ ترجمہ: یہ باتیں وہ اپنے مُنہ سے بکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں۔ پھر ایسے بدعقیدہ لوگوں کو اِن بددعائیہ کلمات سے یاد کیا قاتلهم الله انّٰی یُؤفکون۔ ترجمہ: اللہ اُنہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

آپ نے دیکھا چوں کہ یہود و نصاریٰ عُزیر و عیسٰی سلام اللہ علیہما کو اللہ کا بیٹا سمجھتے تھے اللہ نے اُن کے اِس قول کو مبنی بر کُفر قرار دیتے ہوئے رد فرمادیا اور پھر اِس کے بعد اُن کے کُفریہ اور مُشرکانہ عقیدہ کی مزید وضاحت اِن الفاظ میں فرمائی اتّخذوا احبارهم و رهبانهم اربابًا من دون اللّٰه وَالمسيحَ ابنَ مريم۔ کہ اُنہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے علاوہ اپنا رب ٹھہرا لیا تھا اور عیسٰی کے بارے اُن کا یہی عقیدہ تھا۔ مقامِ غور ہے کہ اُمّت کے علماء و مشائخ اور اُس اُمّت کے نبی کے مقام میں کتنا فرق ہے۔ کہاں ایک نبی اور کہاں اُن کی اُمّت میں شامل علماء و مشائخ، لیکن جب اللہ کے علاوہ کسی کو رب ماننے کا سوال آیا تو اللہ نے علماء و مشائخِ اُمّت اور ایک نبی کے رب ہونے کو مساویانہ انداز میں بیان فرما کر نفی کر دی۔ گویا جس طرح علماء اور مشائخ رب نہیں، اُسی طرح کوئی رسول اور نبی بھی رب نہیں ہو سکتا۔ رب تو وہی ہے جو ربُّ کُلِّ شیءٍ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ عُزیر و عیسٰی سلام اللہ علیہما کے زمانے میں بتوں کی نسبت شخصیّت پرستی کا زور تھا تو اللہ نے بتوں کا ذکر ہی نہیں کیا، بلکہ عُزیر و عیسٰی کے عدمِ ربوبیّت اور اُن دونوں کی ابنیّت کی نفی فرمائی۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم تو صنم پرست ہیں، ہم بتوں کو اللہ کا بیٹا تو نہیں مانتے لہٰذا عُزیر و عیسٰی علیہم السّلام کے بارے وارد اربابًا من دونِ اللّٰه کی آیات کو ہمارے بتوں پر منطبق نہ کیا جائے، ورنہ یہ عمل قرآن کے مطالب کی تحریف کے مترادف ہوگا، کیونکہ اِن آیات میں انسان مخاطب ہیں، ہمارے بُت مخاطب نہیں۔ کیا اِس بے جوڑ منطق کو کوئی معقول انسان تسلیم کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے؟ یہاں ذکر اُن بعض سطحی النّظر لوگوں کا ہے جو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دورِ مقدس میں اصنام کے سلسلہ میں نازل ہونے والی آیات کو انسانوں پر چسپاں کرنا مفاہیم قرآنیہ کی تحریف قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی نبی یا رسول، عالم یا کسی پیر کو ربّ بنالینا کُفر قرار دیا ہے تو اصنام کے ربّ سمجھنے کو بھی بعینہٖ کُفر قرار دیا ہے۔ یہ نہیں کہ انسانوں کو ربّ بنالینا تو حرام ہے اور کسی بُت کو ربّ بنالینا حلال ہے یا اِس کے برعکس دونوں کو ربّ بنانے اور سمجھنے کی نفی کی جارہی ہے۔

کچھ کج بحث معترض بخاری شریف باب قتالِ الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجّةِ علیهم کے تحت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ خیال اور طریقہ اپنے موقف کی تائید میں بہ طورِ دلیل پیش کرتے ہیں کہ وکان ابن عُمرَ یراهُم شِرارَ خلق اللّٰه وقال انّهم انطلقوا الی اٰیاتٍ نزلت فی الکفّارِ فجعَلُوهَا علی المؤمنین۔

ترجمہ: اور حضرت ابنِ عمرؓ اُن (خوارج و ملحدین) کو تمام مخلوقِ خُدا میں زیادہ شرارتی سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ اُن آیات کو جو کفّار کے بارے نازل ہوئیں مؤمنین پر چسپاں کرتے ہیں۔ معترض کے مسطورہ بالا اعتراض و حوالہ کا جواب کچھ تو خود بخاری شریف کے اِسی مقام اور اِنہی الفاظ کے بین السطور مندرجہ کلمات ہی سے عیاں ہے۔ شرار کے تحت بین السّطور ہے۔ أی شِرارَ المسلمین لأنّ الکفّارَ لایأولُون کتاب اللّٰه اور فجعلُوهَا کے تحت ہے۔ أی أوّلوهَا وَصیّرُوهَا۔ یعنی وہ لوگ خوارج و ملحدین مسلمانوں کے تمام فرقوں میں زیادہ شرارتی ہیں کیونکہ کفار تو ویسے بھی باہر کی مخلوق ہیں، وہ نہ کتابُ اللہ قرآنِ مجید کو مانتے ہیں اور نہ ہی اِس سے استدلال کرتے ہوئے تاویل کے درپے ہوتے ہیں۔ جبکہ خوارج وغیرہ بہ ظاہر قرآنِ کریم کو مانتے بھی ہیں اور اِس کی تاویلات کرتے ہوئے اپنے پسندِ طبع مطالب نکالتے ہیں اور اپنے خود ساختہ و غلط عقائد ثابت کرنے کے لئے آیاتِ قرآنی کا سہارا لے کر اُن میں رکیک و بے جا تاؤیلات کرتے ہیں۔

قارئین کرام! لِلّٰہ انصاف ...... کیا آیاتِ قرآنیہ کی تاویلیں ہم کررہے ہیں یا

ہمارے معترض؟ من دون اللّٰہ اور غیرُ اللّٰہ کے مفہوم کو توڑ مروڑ کر مختلف بدعات اور مُشرکانہ عقائد و رسُوم کے لیئے راستہ ہموار ہم کر رہے ہیں یا ہمارے اعتراض کرنے والے؟ آنکھیں کھولو! یہ وہی لوگ ہیں جو سیدھی سیدھی تفسیرِ ماثور اور عقائدِ صحابہؓ پر عمل پیرا ہونے کے بجائے کبھی تو آیتِ متشابہات سے استدلال کرتے ہوئے اپنے کمزور عقائد کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی اپنی طرف سے بے جا تاویلیں کر کے خود بخود مستثنیات نکالتے ہیں۔ ہم تو سیدھے سیدھے کتاب و سُنّت کا دامن تھامنے والے ہیں اگر کبھی کوئی مُؤوّل یا متشابہات میں کھینچا تانی کرنے والا شخص ہمیں اُلجھانے کی کوشش کرے تو ہم قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں اور برملا کہہ دیتے ہیں۔ وَمَا یعلمُ تأویلَهٗ اِلّا اللّٰہ۔

یہ بات بھی مستحقِ توجہِ خاص ہے کہ حضرت ابنِ عمرؓ نے جن لوگوں کو شریر ترین مخلوق کہا ہے اُن کا سبب اُن کا خارجی و ملحد ہونا ہے یا تاویلات کر کے کفار کے بارے نازل شُدہ آیات کو اہلِ ایمان پر فٹ کرنا ہے۔ خوارج تو ایک مشہور فرقہ ہے جس کے متعلق تاریخ کا ہر طالبِ علم جانتا ہے کہ جن لوگوں نے مسئلۂ تحکیم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے خلاف خروج کیا۔ ملاحدہ کون ہیں اِس کے معنیٰ خود حاشیۂ بخاری مقامِ مذکور پر یوں ہیں۔ الملحدین جمع ملحد و هوالعادل عن الحق والمائل الى الباطل یعنی ملحد وہ ہے جو حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف رغبت و میلان رکھے۔ اب حق سے اعراض کر کے باطل کی طرف رجوع جس شخص میں پایا جائے گا وہ ملحد ہے اور حضرت ابنِ عمرؓ کے بقول وہ شریر ترین ہے۔ اگر ابنِ عمرؓ کا اُنہیں شرارتی قرار دینے کا سبب اُن کا خارجی و ملحد ہونا ہے تو جہاں بھی یہ صفت پائی جائے گی وہی شرارتی ہوں گے، چاہے وہ مسلمان کہلانے والے ہوں یا اپنے آپ کو کسی مسلک کی طرف منسوب کرتے ہوں اور اگر مؤمنوں والی آیات کفّار پر فٹ کرنے کے سبب ابنِ عمرؓ ایسا فرماتے تھے تو پھر سیدھی سی بات ہے، جہاں بھی کفّار و مُشرکین والی عادات یا اُن جیسے عقائد

پائے جائیں گے وہاں ایسی تمام آیات ضرور صادق آئیں گی۔ چاہے مُشرک کسی بُت کی عبادت کرکے شرک کا مُرتکب ہو یا کسی بزرگ ہستی کی عبادت کرکے اپنے آپ کو زمرۂ مُشرکین میں داخل کرے۔ آیاتِ قرآنیہ کا نزول تو خاص ہوتا ہے، لیکن حکم عام ہوتا ہے۔ اِسی طرح اِن آیات کا حکم بھی عام ہے۔

یہاں ایک اور اہم مسئلہ کی وضاحت نہ کرنا بھی مضمونِ ہٰذا کے ساتھ ناانصافی ہو گی۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اِس مضمون میں کئی جگہ پر واضح کیا ہے کہ قرآنِ مجید میں وارد لفظِ مِن دونِ اللّٰہ سے اللہ کے سِوا سب کچھ مُراد ہے۔ البتّہ بہ طورِ خاص جہاں نفیِ شرک اور ہر غیر سے نفیِ استحقاقِ عبادت کا ذکر آیا ہے وہاں مِن دونَ اللّٰہ میں جس طرح کفّار و مُشرکین کے معبودانِ باطلہ شامل ہوتے ہیں اِسی طرح انبیاء و اولیاء اور ملائکہ مقرّبین بھی شامل ہوتے ہیں، کیونکہ حقِّ عبادت فقط اللہ کے لئے ثابت ہے۔ لیکن پھر بھی اتنا فرق ملحوظ رہے کہ انبیاء و صلحاء کیونکہ کسی دَور میں بھی نہ اپنی عبادت پر راضی ہوئے نہ اُنہوں نے اپنے متّبعین کو اِس کا حکم دیا۔ اِسی لئے وہ دوزخ کے عذاب سے دوچار نہیں ہوں گے، لیکن اُن سے بھی پُوچھا ضرور جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے تذکرہ میں سورۂ مائدہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ البتّہ طواغیت، شیاطین اور اصنام کو دوزخ میں بھی ڈالا جائے گا۔ اِس فرق کے ہم قائل ہیں، لیکن یہ کہنا کہ اولیاء و صالحین وغیرہ کے لئے مِن دونِ اللّٰہ کے الفاظ بالکل استعمال نہ کیے جائیں یا نہیں کیے جا سکتے، پرلے درجے کی بے خبری اور ضلالت ہے۔

تفاسیر و تواریخ سے آگاہ لوگ جانتے ہیں کہ دُنیا میں عبادتِ غیرُ اللّٰہ کا رواج سب سے پہلے بے چارے اصنام کے ذریعے ڈائریکٹ نہیں ہُوا، بلکہ نیک بندوں اور مقبولانِ خُدا کی تعظیم بے جا اور محبّتِ مُفرطہ اِس کا سبب بنی۔ جن پانچ بُتوں کا سورۂ نوح میں ذکر کیا گیا۔ وہ ودّ، سواع، یغوث، یعُوق اور نسر ہیں۔ اِن کا پس منظر کیا ہے، آیئے معتبر تفاسیر کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔

7 / 17

مصائب اور شدائد میں صرف اللہ کو پکارنا

اِس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا: اور جب ہم مصیبت پہنچنے کے بعد لوگوں کو رحمت کی لذت چکھاتے ہیں تو وہ اُسی وقت ہماری آیتوں (کی مخالفت) میں سازشیں کرنے لگتے ہیں۔ اب اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ اُن کے اِس مکر کی مثال بیان فرمارہا ہے کہ جب انسان سمندر میں کسی کشتی میں بیٹھ کر سفر کرتا ہے ہوائیں اُس کے موافق ہوتی ہیں پھر اچانک تیز آندھیاں آتی ہیں، ہر طرف سے طوفانی لہریں اُٹھتی ہیں اور وہ گرداب میں پھنس جاتا ہے اُس وقت اُس کو اپنے ڈوبنے کا یقین ہو جاتا ہے اور نجات کی بالکل اُمید نہیں ہوتی، اُس پر سخت خوف اور شدید مایوسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، جن باطل معبودوں کی وہ اب تک پرستش کرتا آیا تھا، اُن کی بے چارگی اُس پر عیاں ہو جاتی ہے اور کٹر سے کٹر مُشرک بھی اُس وقت اللہ عزّوجلّ کے سِوا اور کسی کو نہیں پکارتا، اور اُس کے علاوہ اور کسی سے دُعا نہیں کرتا، اور جب تمام مخلوق سے اُمیدیں منقطع ہو جاتی ہیں تو وہ اپنے جسم اور رُوح کے ساتھ صرف اللہ عزّوجلّ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور صرف اُسی سے فریاد کرتا ہے۔

اُمِّ حکیم بنت الحارث عکرمہ بن ابی جہل کے عقد میں تھیں، فتح مکّہ کے دن وہ اسلام لے آئیں اور اُن کے خاوند عکرمہ مکّہ سے بھاگ گئے۔ وہ ایک کشتی میں بیٹھے، وہ کشتی طوفان میں پھنس گئی۔ عکرمہ نے لات اور عزّٰی کی دہائی دی، کشتی والوں نے کہا اِس طوفان میں جب تک اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کو نہیں پکارو گے کچھ فائدہ نہیں ہوگا، اللہ کے سِوا اِس طوفان سے کوئی نجات نہیں دے سکتا، تب عکرمہ کی آنکھیں کُھل گئیں، اُنہوں نے دل میں سوچا اگر سمندر میں صرف اللہ فریاد کو سُنتا ہے تو خشکی میں بھی اُس کے سِوا کوئی کام نہیں آسکتا، اُنہوں نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے مجھے اِس طوفان سے بچا لیا تو پھر سیدھا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اسلام قبول کرلوں گا، پھر اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ (دلائل النبوۃ ج 5 ص 98، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1410ھ)

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے بیٹے! مَیں تمہیں چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں تم اللہ (کے احکام) کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ (کی رضا) کی حفاظت کرو تم اُس (کی رحمت) کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو۔ (الحدیث) امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: 2516 مسند احمد ج 1 ص 293، 303، 307، المعجم الکبیر رقم الحدیث: 12988، 12989 مشکوٰۃ رقم الحدیث: 5302، عمل الیوم واللّیلہ لابنِ السنی رقم الحدیث 425 شعب الایمان رقم الحدیث 174، 195 الآجری رقم الحدیث 198 المستدرک ج 3 ص 541 حلیۃ الاولیاء ج 1 ص 314 کتاب الآداب للبیہقی رقم الحدیث 1073)

جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے سوال کرو کیونکہ تمام عطاؤں کے خزانے اُسی کے پاس ہیں اور تمام داد و دہش کی کُنجیاں اُسی کے قبضہ میں ہیں، اور دُنیا اور آخرت کی ہر نعمت وہی بندوں تک پہنچاتا ہے اور دُنیا اور آخرت کی ہر بلا اور مصیبت اُسی کی رحمت سے دُور ہوتی ہے، اور اُس کی عطا میں کسی غرض اور کسی سبب کا شائبہ نہیں ہے کیونکہ وہ جوادِ مُطلق اور بے نہایت غنی ہے سو صرف اُسی کی رحمت کا اُمیدوار ہونا چاہیئے اور صرف اُسی کے غضب سے ڈرنا چاہیئے اور تمام مہمّات اور مشکلات میں اُسی کی پناہ حاصل کرنی چاہیئے اور تمام حاجات میں اُسی پر اعتماد کرنا چاہیئے اور اُس کے غیر سے سوال نہ کیا جائے، کیونکہ اُس کا غیر دینے پر قادر ہے نہ روکنے پر، دفعِ ضرر پر قادر ہے نہ تحصیلِ نفع پر کیونکہ وہ خود اپنی جانوں کے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں، نہ موت اور حیات کے مالک ہیں نہ روزِ قیامت اُٹھانے کے مالک ہیں اور زبانِ حال سے اور زبانِ قال سے کسی وقت بھی اللہ سے سوال کرنے کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ حدیث میں ہے جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اُس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث 3363 مشکوٰہ رقم الحدیث 2238)

یعبدونهم فقال رسول اللّٰه۔ الیس یحرّمون ما احلّ اللّٰه تعالیٰ فیحرّمونهٗ، ویحلّونَ ما حرّم اللّٰه فیستحِلّون۔ فقلتُ بلی قال ذالك عبادتهم۔

ترجمہ: حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہُوا جبکہ میری گردن میں ایک سونے کی صلیب پڑی ہوئی تھی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے عدی! اِس بُت کو اپنے سے اُتار پھینکو اور مَیں نے یہ سُنا کہ آپؐ سورۂ براءۃ کی یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے کہ "جن لوگوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنالیا"۔ پس مَیں نے عرض کی اے اللہ کے پیارے رسول! وہ لوگ (یہود و نصاریٰ) اپنے بزرگوں کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا وہ بزرگ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام نہیں کرتے تھے اور یہ معتقد اُنہیں حرام تسلیم کرلیتے تھے اور کیا وہ بزرگ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال نہیں کرتے تھے؟ اور یہ اُنہیں حلال مان لیتے تھے۔ مَیں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! ایسا تو ہے۔ پس آپؐ نے فرمایا یہی تو عبادت ہے۔

(ملاحظہ ہو رُوح المعانی الجزء العاشر، مطبوعہ ادارہ المنیریہ)

جن حضرات کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جن آیات میں اصنام کو خطاب کیا گیا، اُن آیات کو انبیاء و اولیاء پر منطبق کرنا نہ صرف جہالت ہے، بلکہ تحریفِ قرآنی ہے۔ وہ ہماری تحقیق بھی ذہن نشین کرلیں کہ غیرُ اللّٰه، مِن دون اللّٰه، شریك اور انداد کے الفاظ قرآن میں جہاں بھی آئے ہیں، اُن سے مُراد ہر وہ چیز ہے، جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہو اور جو وصول الی اللہ میں رکاوٹ بنتی ہو۔ اگر اصنام رکاوٹ بن رہے ہوں تو اِن الفاظ سے مُراد اصنام ہوں گے اور اگر انسان بن رہے ہوں تو انسان مُراد ہوں گے۔ ہم نے اِس کے ثبوت میں قرآنِ مجید سے کئی مثالیں پیش کی ہیں اور مزید بھی پیش کرسکتے ہیں۔ مثلاً اِنّ کثیرًا مِّن الاحبارِ والرّھبانِ لیأکلون اموالَ النّاسِ بالباطلِ اور وَالّذین یکنزون الذّھب...... الخ سے مُراد اصنام تو نہیں، انسان ہیں اور وہ بھی عام انسان نہیں، بلکہ وہ اُس طبقہ کے انسان جو انسانوں کی رہنمائی کا فریضہ

انجام دیتے ہیں اور وہ دُنیوی و مذہبی رہنما ہیں۔ گویا اِس آیت کے مطابق اگر کوئی عالم یا شیخ اللہ کے راستے میں رکاوٹ بن رہا ہے تو وہ یصدون عن سبیل اللّٰہ کے زُمرے میں آئے گا۔ پس ایسا شخص غیرُ اللہ، من دون اللّٰہ، شریك اور انداد کے الفاظ کا مصداق ٹھہرے گا۔ معلوم ہُوا کہ جو چیز بھی اللہ کے راستے میں رکاوٹ بنے وہ غیرُ اللّٰہ ہے، چاہے وہ اصنام ہوں یا کوئی انسان۔ کیونکہ اصنام کو اِس لئے شریك، من دون اللّٰہ، غیرُ اللّٰہ اور انداد کہا گیا ہے کہ وہ صرف انسانوں کی گمراہی کا باعث اور اللہ کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اگر اصنام رکاوٹ بننے کے بجائے اپنی زبان سے بول کر یہ کہہ سکتے کہ ہم لائقِ پرستش ہرگز نہیں ہیں، ہم معبود بننے کے مستحق نہیں، ہمیں پُوجنے والو! ہم تم سے براءت کا اظہار کرتے اور تم سب پر لعنت بھیجتے ہیں اور ہم سب مِل کر لا الٰہ الّا اللّٰہ محمدٌ رّسول اللّٰہ کا کلمہ پڑھتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اصنام کے لئے قرآن میں وہ الفاظ نہ فرماتا، جن کا ابھی اُوپر ذکر کیا گیا۔ لیکن چونکہ اصنام تو جامد و ساکت ہیں اور قُدرت نے اُن کو انسان کا شعور اور زبان نہیں دی ہے۔ اِس لئے اُن کو مخاطب کرنے سے زیادہ اُن کے پجاریوں سے خطاب فرمایا اور اصنام کی تذلیل صرف اِس لئے فرمائی کہ وہ انسانوں کی گمراہی و ضلالت کا باعث بنتے ہیں۔ تذلیلِ اصنام مقصود بالذّات نہیں، دراصل اُن کی تذلیل کے پردے میں اُن کے پجاریوں کو ذلیل کرنا مقصود ہے اور یہ بھی کہ اصنام کی تذلیل سے اُن کے پجاریوں کے ذہن کو اذیت پہنچے گی، ورنہ بے رُوح اور بے شعور مُورتیوں کو کوسنے سے کیا فائدہ؟ معلوم ہُوا کہ جو چیز گمراہی کا سبب بنے اور اللہ کے راستے سے روکے وہ غیرُ اللّٰہ اور من دون اللّٰہ ہے، چاہے وہ بُت ہوں یا کوئی انسان۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ومن الناس من یتخذ من دون اللّٰہ اندادا کے تحت لکھتے ہیں "اور بعض لوگ ہیں کہ بناتے ہیں اللہ کے سوا شریک۔ انداداً سے مُراد یا تو بُت ہیں اور یا وہ رؤساء ہیں، جن کی اطاعت میں کفّار کو دین کی بالکل پروا نہ تھی اور یا وہ ہر چیز

مُراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک دے خواہ وہ کچھ بھی ہو۔" ملاحظہ ہو تفسیرِ مظہری،

جلد اوّل، ص229۔ اگر یہ کہا جائے کہ اولیاء و انبیاء تو اللہ کے راستے کی طرف بلاتے ہیں روکتے نہیں تو پھر یہ کس طرح غیرُ اللّٰہ اور من دون اللّٰہ قرار پاسکتے ہیں؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ ہم اُنہیں اصنام کی طرح بے جان اور بے بس نہیں سمجھتے، بلکہ اُن کی شان تو یہ ہے کہ اُن کی طرف اگر کوئی ایسا امر منسوب کر دیا جائے، جو خاصۂ ذاتِ باری ہو تو یہ ایسا کرنے والے پر فوراً گرفت فرما کر اُسے توبہ کرنے کا حکم دیتے ہیں اور سب کے سامنے ایسے عقائد رکھنے سے خود روکتے ہیں، جن کی اجازت وحیِ الٰہی نے نہ دی ہو۔ اِس لئے ہم بجا طور پر انبیاء، اولیاء اور علمائے راسخین کو اصنام کی صف میں کھڑا نہیں کر سکتے اور نہ ایسا کرنے کے حق میں ہیں۔ البتہ اُن کے اِس سارے تبلیغی عمل اور اِس خدمتِ مسلسل کے باوصف بھی اِن عالی طبقات کو اللہ نہیں کہا اور نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ غیرُ اللّٰہ اور من دونِ اللّٰہ ہی کی صف میں آئیں گے۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ اگر انبیاء اور اولیاء ہی کے ساتھ اصنام والا سلوک شروع کر دیا جائے، مثلاً اُن کی عبادت کی جانے لگے۔ اُن کو سجدہ کیا جائے اور اُن کے ساتھ ایسے عقائد وابستہ کر دیئے جائیں، جن کی وحیِ الٰہیہ میں ممانعت ہو تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو اِس کی اجازت دے گا، یا خود انبیاء علیہم السّلام اور اولیائے اُمّت ایسا کرنے والوں کی حمایت کریں گے؟ ظاہر ہے کہ یہ سب سختی سے اِس کی مخالفت کریں گے تو پھر یہ بات کُھل کر سامنے آ گئی کہ انبیاء ہوں یا اولیاء یا کوئی اور انسان ہو، جس کے ساتھ بھی اصنام کے پرستاروں والے عقائد وابستہ کر دیئے جائیں، وہ انسان ہوتے ہوئے خود بخود اصنام کی صف میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر بطریقِ اولیٰ غیرُ اللّٰہ اور من دونِ اللّٰہ کے الفاظ کی زد میں اُسی طرح آتا ہے، جس طرح اصنام آتے ہیں۔ جیسا کہ جناب عیسٰی اور عُزیر علیہما السّلام کے سلسلے میں قرآنِ مجید نے اُن کے پرستاروں کے عقائدِ باطلہ کی کُھلے الفاظ میں تردید فرمائی اور اُنہیں من دونِ اللّٰہ میں شمار کیا۔ اگر عیسٰی و عُزیرؑ کو اپنے ہی حکم میں رکھتا یعنی درجۂ اُلوہیت میں اپنا شریک بنا لیتا تو اُن کے عقیدت مندوں کے عقائدِ باطلہ کو یُوں رد نہ فرماتا اور جنابِ عیسٰیؑ کے لئے

أأنت قلت للنّاس اتّخذونی وَامی اِلٰهینِ مِن دُونِ اللّٰه......الخ کا خطابِ عتاب آمیز نہ فرماتا۔

مزید برآں دیکھیں کہ جب قیامت کے دن مُشرکین و کافرین داورِ کونین کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے پُوچھے گا کیا تُونے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ مجھے (عیسٰی کو) اور میری ماں مریمؑ کو معبود بنا کر پُوجو؟ یہاں اللہ تعالیٰ حضرت عیسٰی اور مریم علیہما السّلام کے لئے لفظِ من دُونِ اللّٰه استعمال فرما رہا ہے، معلوم ہُوا کہ جب مسئلہ اثباتِ توحید اور نفیِ شرک میں کلام ہو تو ہر وہ چیز جس کی پُوجا کی جاتی رہی ہو، چاہے وہ پرستش شُدہ چیز اُس پر راضی ہو یا نہ، اُس کو من دُونِ اللّٰه کہا جائے گا۔ اگر وہ چیز یا وہ شخص اُس پرستش پر راضی تھا تو پھر حصَبُ جهنّمَ کے بدنصیب گروہ سے ہوگا ورنہ اولٰئك عنها مُبعدُون کے خوش نصیب زُمرے میں ہوگا۔

جو لوگ ابھی تک بضد ہیں کہ من دُونِ اللّٰه کا لفظ مقبولانِ خُدا پر استعمال نہیں ہو سکتا کیا وہ بہ اعتبارِ مرتبہ پیروں فقیروں کو سیدنا عیسٰی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں؟ نعوذباللّٰه من ذالك۔ بلکہ لفظِ دُونَ کے معنٰی ہی اِس چیز کا تقاضا کرتے ہیں کہ جب اِس کا مضاف الیہ لفظِ اللہ ہو تو پھر ساری مخلوق من دُونِ اللّٰه میں آ سکتی ہے۔ مشہور و مستند لُغت لسان العرب میں دُونَ کی تشریح اِس طرح کی گئی ہے۔ دُون نقیض فوق: کہ دُون' فوق کا متضاد و نقیض ہے جب فوق کے معنٰی اُوپر کے ہیں تو لامحالہ دُونَ کے معنٰی نیچے کے ہوں گے۔ لٰہذا ہر وہ چیز جو اللہ سے مقام و مرتبہ میں نیچے ہے وہ دُونِ اللّٰه ہے۔ اور دُونَ کے دُوسرے معنٰی الحقیر و الخسیس کے ہیں ظاہر ہے کہ اُس بادشاہِ ہر دو عالم کے برابر کوئی بھی نہیں، لٰہذا دُونِ اللّٰه کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ صاحبِ لسان العرب آگے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وقال بعض النّحويّين: لدون تسعة معانٍ کہ دُونَ کے نو (9) معانی ہیں۔ تکون بمعنٰی قبل و بمعنٰی اَمامَ و بمعنٰی وراء و بمعنٰی تحت وبمعنٰی

فوق ......الخ ہم نے تحت والے معنٰی اِس لئے چُنے کہ اُس ذات کے اُوپر کوئی نہیں اگر اُس سے اُوپر کچھ تسلیم کیا جائے تو یہ کُفرِ صریح ہو گا۔ لٰہذا تحت کی مثال لسان العرب میں یُوں ہے وبمعنٰی تحت کقولِك دُون قدمِك خدّ عدّوك أی تحت قدمِك۔ کہ تیرے دشمن کا رُخسار تیرے پاؤں کے نیچے ہے۔ یہاں اگرچہ اُوپر نیچے ظرفیّت و مکان کے معنٰی میں ہے، لیکن چونکہ ذاتِ باری تعالٰی ظرفیّت و مکان سے پاک ہے لٰہذا اِس کے لئے یہ معنٰی ہوں گے کہ مرتبہ، عزّت اور شان کے لحاظ سے کائنات کی ہر شے دُون اللّٰہ (اللہ سے نیچے) ہے۔ لٰہذا بہ شمولِ برگزیدہ شخصیّات، اصنام، معبودانِ باطلہ اور مُشرکین کے ہر چیز من دُونِ اللّٰہ ہے۔

یہاں ایک حدیث شریف بھی بطورِ مثال پیش کی جاتی ہے۔ غور فرمائیں، حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا: اِنّ اٰدَمَ وَمَن دُونَهٗ تحتَ لواء ی یومَ القیٰمَةِ......الخ

ترجمہ: بے شک آدمؑ اور آپ کے علاوہ (تمام عالَمِ انسانیّت) قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے یہاں ومَن دُونَهٗ کے لفظ سے دو مفہوم سامنے آتے ہیں۔

نمبر 1۔ دُون بمعنٰی علاوہ یعنی حضرت آدم علیہ السّلام اور آپ کے علاوہ اور بھی جتنے انسان ہیں، چاہے کوئی ہوں وہ آپؐ کے جھنڈے تلے ہوں گے، یہاں ضمناً ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دُون کے معنٰی عالَمِ انسانیّت کرنے سے تو کفّار بھی جھنڈے کے نیچے آگئے جبکہ وہ تو جہنّم میں جائیں گے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں جھنڈے کا مفہوم یہ ہے کہ اُس دن سب مخلوق آپؐ کے تابع ہو گی۔ آپؐ کے پیچھے چلے گی، جو دُنیا میں آپؐ کو نہیں مانتے تھے، آج وہ بھی پہچانیں گے، مانیں گے اور مقامِ محمود پر آپؐ کو تشریف فرما دیکھ کر تعریف و توصیف کرنے لگیں گے۔ کیونکہ مقامِ محمود کی تعریف میں مندرجہ ذیل دو جملے کُتبِ شروحاتِ حدیث میں آتے ہیں، یَحمدُ بهِ الاوّلون والآخرون! آپؐ کو اُس مقام پر جلوہ گر دیکھ کر اوّلین و آخرین سب مخلوق آپؐ کی تعریف کرے گی۔ یغبط بهِ الاوّلونَ وَ الآ خرونَ: آپؐ کو اُس مقامِ رفیع پر فائز المرام دیکھ کر سب مخلوق آپؐ پر رشک کرے گی۔ بلکہ عشّاق کے نزدیک تو انعقادِ بزمِ محشر

کا سبب بھی یہی ہے کہ جن لوگوں نے آپؐ کو راہِ وفا، راہِ اسلام اور راہِ خدا میں اذیتیں دیں اور آپؐ کو ذلیل کرنے کی کوششیں کیں، آج اُن سب کو جمع کر کے آپؐ کی عزّت و رفعت اور عنداللہ قدر و منزلت دِکھا کر اعلانِ عام کیا جائے گا کہ اے دُنیا سے آنے والو! دیکھو جو لوگ، ہماری راہ میں ذلّتیں برداشت کرتے ہیں ہم اُن کو یُوں عزّتیں دیتے ہیں اور یُوں اُن کی عزّت کو زمانے سے منواتے ہیں، لہٰذا یہی مقصد ہے قیامت کا دن مقرّر کرنے کا، بقولِ حسن رضا بریلویؒ

فقط اِتنی غرض ہے انعقادِ بزمِ محشر سے
کہ اُن کی شانِ محبوبی دِکھائی جانے والی ہے

چنانچہ ایک اور حدیث شریف بھی اِسی مضمون کو بیان کرتی ہے آپؐ نے فرمایا أنا الحاشر الّذی یحشرُ النّاس علیٰ قدمیَّ: میں وہ حاشر ہُوں کہ لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا۔ یہاں لفظِ ناس سب انسانوں کو شامل ہے، لہٰذا مؤمن و کافر سب اِس میں آگئے۔ اگر کفّار کے مخلوقِ خُدا ہونے کے باوجود اُن کا کافر ہونا اور جہنّم میں جانا باری تعالیٰ کی شانِ خالقیّت ہونے پر اثر انداز نہیں ہوسکتا، اُسی طرح کفّار کا آپؐ کے جھنڈے کے نیچے ہونے کے باوجود کافر ہونا آپؐ کی عظمت میں سرِ مُو فرق پیدا نہیں کرسکتا۔

نمبر2۔ دُونَ بمعنی نیچے ہے کہ سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ ہیں اُن کے نیچے بہ ترتیبِ زمانی جتنے انسان ہیں وہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے یا اُن کے نیچے حسبِ ترتیبِ نبوّت و ترتیبِ زمانی جتنے بھی نبی ہوں گے، وہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

واضح ہو گیا کہ دُونَ بمعنی علاوہ یا بمعنی نیچے کرنے سے ساری مخلوق پر لفظِ مِن دُونِ اللّٰہ کا اطلاق کیا جاسکتا ہے اور اِس میں کوئی گستاخی کا پہلو نہیں نکلتا۔ ہاں البتہ اِس قدر فرقِ مراتب ضرور ملحوظ رہے کہ مقبولانِ خُدا کیونکہ کبھی شرک پر راضی نہ ہوئے، نہ اُنہوں نے کسی کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ لہٰذا عنداللہ اُن کا مرتبہ مسلّم ہے۔ اگر اُن کے نہ چاہتے ہوئے

اُنہیں کسی نے ابن اللہ کہا یا اُن کی مُورتیاں اور اُن کی تصویر بنا کر اُنہیں پُوجا گیا تو وہ یقیناً کسی قسم کے عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے، البتہ جلالِ خُداوندی کے تحت اُن سے بھی پُوچھ گچھ ضرور ہوگی اور وہ اِسی خیال سے لرزہ براندام ہوں گے کہ کہیں اُن کے جاہل معتقدین کی کارستانیوں کے سبب وہ عتابِ الٰہی کی زد میں نہ آجائیں، جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے مکالمہ کا ذکر ابھی چند صفحات پہلے ہُوا۔ کیونکہ بہ فحوائے حدیث شریف وہ ذات حد درجہ غَیور ہے اور اُس کی غیرت کسی قسم کی شراکت و شرکت برداشت نہیں کرتی۔ وہ اغنَی الشرکاء (سب شریکوں سے بے نیاز) بھی ہے اور اغیَرُ من الخلق (سب سے زیادہ غیرت مند) بھی ہے۔ لہٰذا مقبولانِ خُدا بھی اِسی ڈر سے تھر تھر کانپ رہے ہوں گے کہ کہیں ہمارے بے وقوف پجاریوں کی وجہ سے ہم زیرِ عتاب نہ آجائیں۔ اِسی بات کو میاں محمد بخشؒ کھڑی والوں نے اِن الفاظ میں بیان کیا......ع

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اُچیاں شاناں والے

جن لوگوں کا خیال ہے کہ مِن دُونِ اللّٰہ سے مُراد صرف بُت ہیں، انسان نہیں، وہ غلطی پر ہیں، کیونکہ عرب تہذیب میں وہ بُت پرستی کا دَور تھا اور مُشرکین مختلف بُتوں کے سامنے اپنی حاجات پیش کرتے تھے۔ کیونکہ اُس وقت کسی انسان سے بعدِ وفات مدد مانگنے اور حاجات طلب کرنے کا دستور ہی نہیں تھا، اِس لئے اکثر و بیشتر آیات میں مِن دُونِ اللّٰہ سے مُراد اصنام ہیں۔ اگر اُس زمانے میں بھی بعدِ وفات کسی سے حاجات طلب کرنے کا رواج ہوتا تو یقیناً قرآنِ مجید اِس کی نفی بھی فرما دیتا۔ چونکہ مُشرکینِ مکّہ کے متعلّق یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتی کہ وہ کسی ایسی شخصیت سے اپنی حاجات طلب کرتے یا مدد مانگتے تھے، جو وفات پا چکی ہوتی تھی، گویا یہ عمل اُس وقت کے مُشرکین میں بھی رائج نہ تھا۔ البتّہ وہ ذہنی طور پر اِس قدر پست ہو چکے تھے کہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بُتوں کو قاضی الحاجات سمجھتے اور اُن کو مدد کے لئے پکارا کرتے تھے۔

مِن دُونِ اللّٰہ کے اطلاق پر ایک اور قرآنی دلیل

کچھ سطور پہلے ہم نے ایک قاعدہ اور کلّیہ بیان کیا کہ جہاں کتابُ اللہ میں نفیِ شرک اور اثباتِ توحید کا بیان ہو رہا ہو وہاں غیرُ اللّٰہ یا مِن دُونِ اللّٰہ کے الفاظ میں ہر وہ شے اور ہر وہ شخصیّت آجاتی ہے، جس کی عبادت کی جاتی ہو، کی جارہی ہو یا کیے جانے کا امکان ہو، چاہے وہ اصنام ہوں یا برگزیدہ بندے، اور اِس پر ہم نے سورۂ مائدہ کی ایک آیت بطورِ شہادت پیش کی، جس میں حضرت عیسٰی و مریم سلامُ اللہ علیہما کے بارے اتحذونی و اُمّی الھین من دونِ اللّٰہ کے الفاظ آئے ہیں۔ اب ذیل میں ایک اور آیت مع ترجمہ اور شانِ نزول درج کی جارہی ہے، تاکہ ہمارا موقف قرآنِ مجید کی روشنی میں اظہر من الشّمس ہو جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ماکان لبشرٍان یؤتیه اللّٰه الکتاب و الحکم والنبوة ثم یقول للنّاس کونوا عبادا لی من دون اللّٰه ولکن کونوا ربّانیّین بما کنتم تعلّمون الکتاب و بما کنتم تدرسون۔ ولا یأمرکم ان تتخذوا الملئکة والنبیّین اربابا۔ أیأمرکم بالکفر بعد اذأنتم مسلمون۔

ترجمہ: کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ اُسے کتاب، حکم اور پیغمبری دے اور پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ، ہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ والے ہو جاؤ اِس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اِس سے کہ تم درس دیتے ہو اور نہ تمھیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خُدا ٹھہرالو، کیا تمھیں کُفر کا حکم دے گا بعد اِس کے کہ تم مسلمان ہو چکے۔

اِس آیت کے تحت تفسیرِ خازن میں ہے۔ قیل ان نصاری نجران قالوا ان عیسی أمرهما أن یتخذوه ربًّا فقال اللّٰه تعالیٰ رَدًّا علیهم ماکان لبشرٍ یعنی عیسی علیه السلام أن یؤتیه اللّٰه الکتاب یعنی الانجیل وقال ابن عباس فی قوله تعالیٰ ماکان لبشرٍ یعنی محمد صلی اللّٰه علیه وسلّم أن یوتیه اللّٰه